بیمہ کی شرعی حیثیت

عبدالمالک عرفانی

بیمہ کی شرعی حیثیت سے متعلق فکر و نظر کے شمارہ اکتوبر ۱۹۸۳ء میں حافظ محمد یونس صاحب کا ایک تحقیقی مقالہ پیش کیا گیا تھا ـ اسی موضوع پر اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک فاضل رکن جناب عبدالمالک عرفانی صاحب کا مقالہ موصول ہوا ہے جو قارئین کے استفادے کیلئے پیش خدمت ہے یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اس موضوع پر دوسرے اہل علم اپنی تحقیقات کا ابلاغ چاہیں تو فکر و نظر کے صفحات حاضر ہیں ـ (ادارہ)

بیمہ تعاون و تکافل کا ایک ایسا نظام ہے جو خطرات اور مصائب کے ضرائر کے ذریعے پہنچنے والے نقصانات کی تلافی کی ضمانت لیتا ہے ـ اس مقصد کے لئے تمام بیمہ دار مل کر مقررہ اقساط کے ذریعے ایک مشترکہ فنڈ قائم کرتے ہیں ـ فقہاء نے جن عقود پر بحث کی ہے ، ان میں عقد بیمہ شامل نہیں ہے، لیکن شرع اسلام صرف انہی عقود میں محصور نہیں جو کتب فقہ میں پائے جاتے ہیں ، بلکہ زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ جو نئے نئے عقود سامنے آئیں گے شریعت ان کو اپنا سکتی ہے ـ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اسلامی فقہ کا حرکیاتی عمل مسدود ہو جائے گا اور یہ دعوی کہ " شریعت اسلامیہ ہر زمانے کے مسائل کو حل کرتی ہے " غلط ثابت ہو جائے گا ـ اسلامی نظام کے دوامی استقرار کا راز اس میں مضمر ہے کہ تمام ازمنہ و اماکن کے تمام احوال و ظروف کے تقاضوں کے پیش نظر اس میں تبدیلی قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہو اور وہ ابتدائی چند صدیوں کے احوال و ظروف کے ساتھ جامد ہو کر نہ رہ جائے ـ

علمائے کرام عموماً ہر نئے معاملے کو قدیم فقہ کی چاردیواری میں لا کر اسے کسی نہ کسی خانے میں منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں ـ اگر اس طرح انطباق نہ ہو سکے تو اسے ناجائز قرار دے دیتے ہیں ـ ابتداء میں بیع الوفاء کے

معاملے میں بھی ایسا ھی کیا گیا تھا لیکن آخرکار اسے ایک جدید اور جائز عقد کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ۔ یہی رویہ بیمہ کے بارے میں اختیار کیا جا رہا ھے ۔ چنانچہ بعض علماء نے معاھدہ بیمہ کو معاھدہ بیع سمجھ کر بیع کی شرائط پر منطبق کرنا چاھا اور ایسا انطباق نہ ھونے پر حرام قرار دے دیا۔

بعض علماء نے اسے کفالہ کا معاملہ تصور کیا لیکن کفالہ کی شرائط پوری نہ ھونے کی وجہ سے بیمہ کو خلاف شریعت تصور کیا ۔ عقد بیمہ کی خصوصیات اور اس کے عمل پر ایک نظر ڈالیں تو یہ فقہی عقود کے کسی خانے میں منطبق نہیں ھوتا ، اسلئے اسے بالکل ایک جدید عقد قرار دیں تو مناسب ھو گا ، البتہ اس کے بعض پہلو دیگر عقود کے بعض پہلوؤں سے مشابہت رکھتے ھیں ۔

بیمہ شریعت اسلامیہ کے حسب ذیل مقاصد پورے کرتا ھے ۔

١ ۔ شریعت کا ایک اھم اصول" الضرر یزال"ھے ۔ بیمہ کے ذریعے جان و مال کو پہنچنے والے ضرر کی تلافی اس طرح کی جاتی ھے کہ تلافی کرنے والا بھی نقصان میں نہیں رھتا اور متضرر کو جو ضرر پہنچتا ھے اس کا نعم البدل (بصورت تلافی ء ضرر) مل جاتا ھے ۔

٢ ۔ خوف سے امن دلانا شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ھے ۔ قرآن کریم کا ارشاد ھے ۔

فاٰمنھم من خوف (سورۃ القریش : ۴)

(اور ان کو خوف سے امن دیا)

فمن تبع ھدٰی فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورۃ البقرہ : ۳۸)

(پس جس نے میری ھدایت کا اتباع کیا اسے نہ خوف ھو گا اور نہ حزن) ۔

معاملات میں خوف اور حزن اس طرح دور کیا جا سکتا ھے کہ متوقع ضرر کی تلافی کی ضمانت مل جائے یہ صورت بیمہ کے ذریعے بدرجہ اتم ممکن ھے ۔ آج کل ھر قسم کے سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجا جاتا ھے ۔ اس سامان کا بیمہ کرا کے فریقین نقصان کے خوف سے نجات پالیتے ھیں اور حادثات کے ذریعے ھونے والے نقصانات کے خطرات و عواقب سے بےخوف ھو جاتے ھیں ۔

٣ ۔ شریعت اسلامیہ اجتماعی زندگی میں تعاون و تکافل پر بہت زور دیتی ھے ۔ بیمہ تعاون و تکافل کی ایک قانونی اور منظم شکل ھے ، جس کے ذریعے ھزاروں بلکہ لاکھوں افراد ایک دوسرے کے نقصانات کی تلافی کے لئے ایک نظام کے

تحت کام کرتے ھیں ۔

۴ ۔ شریعت حاجت کو بہت اھمیت دیتی ھے چنانچہ حاجت کو ضرورت کا قائم مقام قرار دیا گیا ھے ۔ اور ضرورت ممنوعٔ امور کو مباح بنا دیتی ھے ۔ بیمہ لاکھوں افراد کی مشکلات ختم کرتا یا کم کرتا ھے اور خطرات کو دور کرنے یا کم کرنے کی حاجت کو پورا کرتا ھے ۔

اس طرح بیمہ شریعت اسلامیہ کے ان عظیم مقاصد کی تکمیل میں انتہائی اھم کردار ادا کرتا ھے ، اسلئے بیمہ کرنا اور کرانا شرعاً مباح ھے ۔

بیمہ پر جو اعتراضات کئے جاتے ھیں وہ چند غلط فہمیوں کی وجہ سے پیدا ھوئے ھیں ۔ یہاں ان اعتراضات کا جائزہ لیا جاتا ھے ۔

پہلا اعتراض : بیمہ قمار ھے .

بیمہ ایک تعاونی تنظیم ھے جو اپنے اراکین (بیمہ داروں) سے اس قدر معمولی رقوم یک مشت یا بالاقساط لے کر جمع کرتی ھے (جسے قسط یا اقساط بیمہ کہتے ھیں) جو ان اراکین پر بار نہ ھوں ۔ یہ تنظیم (بیمہ کمپنی) اپنے ان اراکین کو مختلف خطرات سے اس طرح امان یا تحفظ مہیا کرتی ھے کہ جس رکن کے جان یا مال کو نقصان پہنچے اسے مقررہ قاعدوں، طریقوں، اندازوں اور پیمانوں سے اس نقصان کی تلافی کے طور پر ایک رقم دی جاتی ھے (اسے رقم بیمہ کہہ سکتے ھیں) ۔ یہ تنظیم فنی طور پر اس طرح متشکل کی جاتی ھے کہ بےشمار اراکین کے ایک دوسرے کو نہ جاننے اور نہ پہچاننے کے باوجود تعاون و تکافل کا نظام اس طرح بحسن و خوبی اور ھموار طریقے سے جاری رھتا ھے کہ نہ تو اراکین کو کوئی نقصان ھوتا ھے بلکہ وہ حسب قواعد ھر صورت میں تحفظ حاصل کرتے ھیں اور اس تحفظ سے محروم نہیں ھوتے اور نہ اس تنظیم کو کسی قسم کا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ھے کیونکہ اراکین کی دی ھوئی رقوم جمع کر کے کاروبار میں لگائی جاتی ھیں اور یوں یہ فنڈ بڑھتا رھتا ھے ۔ لہذا اس تعاونی و تکافلی نظام کو قمار کہنا کسی طرح بھی درست نہیں ۔ بیمہ اور قمار مندرجہ ذیل وجوھات کی بنا پر بالکل مختلف چیزیں ھیں ۔

۱ ۔ قمار ایک کھیل ھے اور اس میں جو شخص شریک ھوتا ھے وہ کھیل کے جذبے سے شریک ھوتا ھے ۔ روپیہ حاصل کرنا ایک ثانوی مقصد ھوتا ھے۔ حصول دولت اولین مقصد ھو تو بھی کھیل کے ذریعے پورا کیا جاتا ھے ، جبکہ

بیمہ کسی طـور پر کھیل نہیں اور نہ ھی اسے کبھی کھیل کے طور پر استعمال کیا گیا ۔

۲ ۔ قمار تضییع اوقات کا باعث ھے جبکہ بیمہ میں تضییع اوقات کا سوال ھی پیدا نہیں ھوتا ، بلکہ یہ وقت کی بچت کا ایک ذریعہ ھے ۔

۳ ۔ قـمار میں کسی فریق کو ضرر پہنچے تو اس کی کسی طریقے سے تلافی نہیں کی جاتی ۔ چنـانچہ ھارنے والا فـریق اپنی رقم ھاتھ سے دھو بیٹھتا ھے اور مزید بھی کچھ نہیں ملتا ۔ بیمـہ میں جس فریق کے جان یا مال کو نقصان پہنچتا ھے ، اس کی مقررہ حـد تک تلافی کر دی جاتی ھے ۔

۴ ۔ قمار میں خطرہ عموماً فریقین کے عمل سے پیدا ھوتا ھے جبکہ بیمہ میں فریقین کے عمل سے خطرہ پیدا نہیں ھوتا ، بلکہ خـطرہ خارجی طور پر پہلے سے موجود ھوتا ھے اور عقد بیمہ کے تحت فریقین کے باھمی تعاون و تکافل سے اس خطرہ سے تحفظ و امـان حاصل کیا جاتا ھے ۔ یہ امر قابل ذکـر ھے کہ عـقد بیمـہ کے بعد فریقین کے کسی عمل سے خطرہ واقع ھو جائے تو عقد بیمہ ناقابل نفـاذ قرار پاتا ھے ۔ اس سے صاف ظاھـر ھے کہ بیمہ کی قمار سے دور کی بھی مماثلت نہیں ۔

اگر خطرہ سے مراد یہ لیا جائے کہ اقساط کی رقم ڈوب جانے کا خطـرہ ھے تو یہ صورت بھی معاھدہ بیمہ کے بطلان کا باعث نہیں کیونکہ رقـم ڈوبتی ھی نہیں بلکہ تحفظ و امان کی شکل میں تبدیل ھو جاتی ھے ۔ عـلاوہ ازیں جب مضاربت ، استصناع ، سـلم ، شراکت اور مزارعت میں خطرہ موجود ھونے کے باوجود ان عقـود کو جائز تصور کیـا جاتا ھے ۔ تو بیمہ کو بھی جائز تصور کیا جا سکتا ھے ۔

۵ ۔ قمار کے عمل میں تعاون و تکافل کا شائبہ تک نہیں ھوتـا بلـکـہ دونـوں فریق ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے در پے ھوتے ھیں ۔ کوئی فریق دوسرے کو تحفظ ، امـان ، ضمـان یا معاوضہ دینے کا وعدہ نہیں کرتا جبکہ بیمہ کا پورا نظام تعاون و تکافل پر چـلتا ھے اور اس میں ھر فریق دوسرے کو نقصان پہنچانے کے بجائے اس کی مالی مـدد کرتا ھے ۔ معاھدہ کی ابتدا ھی دوسـرے کو نقصـان کے خوف سے امـان دینے سے ھوتـی ھے ۔ لہذا بیمـہ قمـار سے مشابہت نہیں رکھتا ۔

۶ ۔ قمار کے معاھدہ میں فریقین ایک دوسرے کو نقصان سے بچانے کا معاھدہ

نہیں کرتے بلکہ مفہوم کے اعتبار سے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کا معاہدہ کرتے ھیں ، جبکہ بیمہ میں صورت حال بالکل الٹ ھے کیونکہ اس میں نقصان کی تلافی کا معاہدہ کیا جاتا ھے ۔

۷۔ کہا جاتا ھے کہ ھر وہ عقد جو کسی حادثہ کے وقوع پذیر ھونے پر معلق رکھا جائے قمار ھے ۔ چونکہ بیمہ میں ایسا ھی ھوتا ھے اسلئے بیمہ قمار ھے ۔ یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ معاہدہ بیمہ تعاون و تکافل کا معاہدہ ھے اور اس سلسلے میں جو رقوم دی جاتی ھیں ان کی حیثیت تبرع کی ھے ۔ تبرعات میں تعلیق معاہدہ کے بطلان کا باعث نہیں بنتی ۔ تبرع نہ ھو تو بھی تعلیق کے باوجود معاہدات لازم قرار پاتے ھیں جیسا کہ مجلہ احکام عدلیہ میں ھے ۔

المواعيد باكتساب صور التعاليق تكون لازمة (مجلة : ماده ـ ٨٤)

(معلق وعدوں کی تکمیل لازمی ھے)

تكون الكفالة بالوعد المعلق ايضاً (مجلة : :ماده ـ ٦٢٣)

(کفالت وعدہ معلق سے بھی صحیح ھو جاتی ھے)

معاہدہ ، مضاربت ، معاہدہ استصناع ، معاہدہ بیع سلم اور معاہدات قرض ، ایداع ، شراکت ، اعارہ ، رھن ، اجارہ ، کفالہ اور مزارعت میں تعلیق کا وجود پایا جاتا ھے ، اس کے باوجود انہیں جائز سمجھا گیا ھے ۔ لہذا بیمہ کو محض تعلیق کی وجہ سے باطل قرار نہیں دیا جا سکتا ۔

۸ ۔ معاہدہ بیمہ میں جو چیز بیمہ (Insure) کرائی جاتی ھے وہ بیمہ دار کا قابل بیمہ مفاد (Insureable interest) ھے ، جسے قسط بیمہ (Premium) کی رقم محفوظ کرتی ھے مثلاً زندگی کے بیمہ میں زندگی اور مال کے بیمہ میں مال قابل بیمہ مفاد ھے ، جبکہ قمار میں کسی فریق کا کوئی ایسا مفاد نہیں ھوتا جسے قمار میں لگائی ھوئی رقم محفوظ کرتی ھو ۔ یہ فرق بیمہ اور قمار میں بعدالمشرقین پیدا کر دیتا ھے ۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ھے کہ زندگی کے بیمہ میں رقم بیمہ ھر حالت میں ضرور ملتی ھے جبکہ قمار میں ایسا نہیں ھوتا ۔ اسی طرح اموال کے بیمہ میں اگر ایک مخصوص مدت میں مقررہ واقعہ پیش آ کر مال ضائع ھو تو اس کی تلافی ضرور کی جاتی ھے ۔ گویا دونوں صورتوں میں بیمہ دار سو فیصد یقینی طور پر نقصان سے محفوظ ھے ، جبکہ قمار کی صرف ایک صورت محفوظ ھے اور یہ صورت غیر یقینی ھے لہذا بیمہ کی محفوظ صورت کو قمار کی غیر محفوظ صورت سے

کوئی مماثلت نہیں ۔

۹ ۔ بیمہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ غیر یقینی واقعہ کی بنیاد پر بیمہ کیا جاتا ہے اسلئے یہ قمار ہے ۔ یہ نقطہ نظر غلط فہمی بلکہ مغالطہ پر مبنی ہے ۔ اصل سوال یہ ہے کہ قابل بیمہ مفاد (Insurable interest) یقینی طور پر حاصل ہو جاتا ہے یا نہیں ہوتا ۔ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ اگر وہ غیریقینی واقعہ ظہور پذیر ہو تو مقررہ رقم تلافی کی صورت میں مل جاتی ہے اور اگر وہ غیریقینی واقعہ ظہور پذیر نہ ہو تو نتیجۃً بیمہ دار کو کوئی نقصان نہیں پہنچا یعنی قابل بیمہ مفاد محفوظ رہا اسلئے تلافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ گویا ہر صورت میں بیمہ دار کا مفاد محفوظ رہا ۔ جہاں تک بیمہ کمپنی کا تعلق ہے ، اگر وہ غیریقینی واقعہ ظہور پذیر نہ ہو تو اسے کچھ دینا ہی نہیں پڑتا لیکن وہ غیریقینی واقعہ ظہور پذیر ہو تو بیمہ کمپنی بیمہ دار کے نقصان کی تلافی اس مجموعی رقم (pool) سے کر دیتی ہے جو اس مقصد کے لئے بیمہ داروں نے جمع کر رکھی ہوتی ہے ۔ گویا بیمہ کمپنی (بیمہ کنندہ) بھی دونوں صورتوں میں نقصان نہیں اٹھاتی ۔ اس کے مقابلے میں قمار میں کسی ایک فریق کو لازماً نقصان اٹھانا پڑتا ہے ۔ لہذا بیمہ کے معاھدہ کو قمار پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ۔

۱۰ ۔ بیمہ کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اموال کے بیمہ میں بیمہ دار جو اقساط ادا کرتا ہے ۔ خطرہ واقع نہ ہونے کی صورت میں وہ اقساط ضائع جاتی ھیں اور بیمہ دار کو واپس نہیں ملتیں ، لہذا یہ قمار کی صورت پیدا ہو گئی ۔ یہ نقطہ نظر بھی غلط فہمی پر مبنی ہے ۔ بیمہ میں صورت عقد دراصل عقد تلافی مافات ہے یعنی جو نقصان ہوا اس کی تلافی کی جائے گی ۔ اگر بیمہ ایک سال کا تھا تو ایک سال کے اندر اندر جو نقصان ہو گا بیمہ کمپنی نے اسے پورا کرنے کا وعدہ کیا اور پھر پورا سال مال کے مالک کو تحفظ دیا یعنی نقصان کے خوف سے نجات دلائے رکھی ۔ گویا اقساط بیمہ ضائع نہیں ہوئیں بلکہ تحفظ ملا رہا ۔ یہ اسلئے ہوا کہ بیمہ کے نظام تعاون و تکافل میں تمام بیمہ داروں نے مل کر عرفاً یہ معاھدہ کیا تھا کہ ایک سال میں کسی بیمہ دار کو نقصان پہنچا تو قسط بیمہ (premium) کے طور پر جمع شدہ رقم میں سے اس نقصان کی تلافی کی جائے گی اور اگر نقصان نہ پہنچا تو قسط کے طور پر دی ہوئی رقم واپس نہیں ہو گی بلکہ اس

طرح کسی اور نقصان اٹھانے والے کی تلافی میں دی جائے گی ـ چونکه یه رقم تعاون و تکافل کے طور پر دی گئی تھی اسلئے واپس نہیں ہو گی ـ لہذا اموال کے بیمه میں قمار نہیں ہوتا ـ

بیمه میں اس سے الٹ صورت بھی ہوتی ہے یعنی چند ایک اقساط ادا کرنے کے بعد نقصان واقع ہو جائے یا بیمه دار مر جائے تو نه صرف بیمه دار کو یا اس کے نامزد شخص کو بیمه کی پوری رقم ادا کی جاتی ہے بلکه مزید اقساط وصول نہیں کی جاتیں ـ بعض لوگ اسے اس لحاظ سے قمار کہتے ہیں که بیمه کمپنی کو بالکل معمولی رقم کے بدلے میں ایک خطیر رقم دینا پڑتی ہے ـ دراصل بیمه کمپنی کو ایک فرد شمار کر کے معاہده بیمه کی شرعی حیثیت پر غور کرنا ہی درست نہیں ، کیونکه یه مشترکه فنڈ بیمه داروں نے تھوڑی تھوڑی رقمیں جمع کر کے قائم کیا ہوتا ہے اور وہ عرفاً باہمی معاہده کے تحت تعاون و تکافل اور تبرع کے طور پر مرنے والے یا نقصان اٹھانے والے فریق (جس نے خود بھی دوسروں کے ساتھ مل کر ایک معمولی سی رقم ادا کی ہوتی ہے) کو بیمه کی رقم دے دیتے ہیں ـ بیمه کمپنی محض ان کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتی ہے ـ

دراصل معاہده بیمه کی روح یه ہے که قسط بیمه (Premium) کی رقم بیمه دار کے لئے تحفظ و امان کی صورت اختیار کر لیتی ہے جو بیمه دار کو لازماً مہیا کیا جاتا ہے ، اسلئے اقساط بیمه کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکه نقصان واقع نه ہونے پر بھی تحفظ و امان تو لازماً میسر ہوا ـ معاہده بیمه میں قسط بیمه کی واپسی شرط نہیں ہوتی بلکه نقصان کی تلافی (یعنی نقصان سے تحفظ) شرط ہوتی ہے جو بہر صورت پوری ہوتی ہے ـ اگر رقم بیمه قسط بیمه کی رقم سے زائد ہے تو تمام بیمه داروں کی طرف سے تعاون ، تکافل اور تبرع کے طور پر ہے اور اگر بیمه دار نے قسط یا اقساط بیمه ادا کیں لیکن اسے رقم بیمه نہیں ملی (کیونکه اسے کوئی نقصان نہیں ہوا) تو اس کی طرف سے ادا شده رقم تعاون و تکافل اور تبرع کے طور پر دیگر بیمه داروں کے لئے تصور کی جائے گی ـ ان حالات میں اقساط بیمه کی عدم واپسی اور رقم بیمه کی ادائیگی کی دونوں صورتیں قمار کی صورتیں نہیں ہیں ـ

۱۱ ـ قمار میں ہار جیت کے فیصلے سے قبل دونوں فریق شکست یا نقصان

کے خوف میں مبتلا رہتے ہیں اور فیصلے کے بعد ہارنے والا فریق حزن میں مبتلا ہو جاتا ہے ، جبکہ بیمہ میں دونوں فریق اپنی جگہ مطمئن اور خوف و حزن سے آزاد رہتے ہیں ، کیونکہ پہلے سے ہی ہر فریق کو علم ہوتا ہے کہ کسی فریق کو نقصان برداشت نہیں کرنا پڑے گا ۔ اس طرح بیمہ خوف و حزن کو ختم کرتا اور سکون ، اطمینان اور امن پیدا کرتا ہے ۔ اسلامی احکام کا اصل منشاء بھی یہی ہے ، جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے ۔

فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولاهم یحزنون (البقره ۔ ۳۸)

(پس جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا اسے نہ خوف ہو گا اور نہ حزن)

گویا جو عقد اس قدر سکون ، اطمینان اور امن پیدا کرے اور خوف و حزن دور کرے وہ عین رضائے الٰہی کے مطابق ہے ۔ اگر زندگی کے ہر شعبہ میں بیمہ رائج کر دیا جائے تو معاشرہ میں سکون واطمینان کی ایسی لہر دوڑ جائے گی جس کی پورے معاشرے کو سخت ضرورت ہے اور جو اسلام کے نظام حیات کا مقصود ہے ۔

۱۲ ۔ قمار کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ معاشرتی و دینی لحاظ سے خرابیاں پیدا کرتا ہے ۔ قرآن کریم نے اس کے متعلق فرمایا ہے ۔

انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوة والبغضآء فی الخمر والمیسر ویصد کم عن ذکر الله وعن الصلوة (المائده : ۹۱)

(شیطان یہ ارادہ رکھتا ہے کہ خمر اور میسر کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کرے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور صلوۃ سے روکے)

مندرجہ بالا آیت میں قرآن کریم نے میسر (قمار) کو ممنوع قرار دینے کی جو علت بیان کی ہے وہ حسب ذیل امور پر مشتمل ہے ۔

ا ۔ قمار لوگوں میں عداوت اور بغض پیدا کرتا ہے ۔

ب ۔ قمار اللہ کی یاد سے روکتا ہے ۔

ج ۔ قمار صلوۃ سے روکتا ہے ۔

قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہی تین خصوصیات کی بنا پر قمار کو ممنوع قرار دیا گیا ۔ بیمہ میں یہ تینوں برائیاں موجود نہیں ۔ لہذا بیمہ میں قمار کی دیگر صفات خواہ کس قدر موجود ہوں انہیں نظر انداز کیا جائے گا کیونکہ خود اللہ نے انہیں نظر انداز کیا ہے ۔

یہ کہنا درست نہیں کہ اس دلیل کی بنا پر اگر کوئی نشہ آور مشروب لـوگوں میں عـداوت پیـدا نہ کرے اور ذکر اللہ اور صلوۃ سے نہ روکے تو اسے جائز تصـور کیا جـائے گا ۔ درحقیقت نشـہ آور مشروب سے یہ تینوں نتائج نشہ (سکـر) کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ رسـول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح الفاظ میں " کل مسکر حـرام " کہنا پڑا تاکہ یہ امـر واضح ہو جائے کہ اصلاً ممـنوع نشہ ہے ۔ قمار کے بارے میں اس طرح کی وضاحت مـذکور نہیں ۔ علاوہ ازیں نشہ سے قـرآن کریم کے بیـان کردہ نتائج لازماً پیـدا ہـوتے ہیں اور کسی ایک معـاملے میں بھی ایسـا نہیں ہوتا کہ نشہ میں آ کر کوئی شخص ذکر اللہ سے غافل نہ ہوا ہو ، جبکہ قمار میں یہ صورت نہیں ۔ لہذا قمار کے معامـلے میں صرف قرآن کی بیان کردہ برائیوں کو ہی سـامنے رکھ کر قیـاس کرنـا پڑے گا ۔ اور جب ہم قـمـار کی ان خصوصیات کے پیش نظر بیمہ پر نظر ڈالتے ہیں تو بیمہ میں ہمیں یہ خصوصیات نظـر نہیں آتیں ۔ لہـذا بیمہ کو قمـار قـرار دے کر حـرام بنا دینا قرآن کی اس آیت کے مفہوم کے خلاف ہے اور ضرورت ، حاجت ، مصالح عامہ ، خوف و حـزن سے تحفظ اور عـرف کو پس پشت ڈالنا ہے اور دین میں تشـدد اور تعسـر کے مترادف ہے اسلئے عنداللہ ناپسندیدہ ہے ۔

سورۃ المائدہ کی مـندرجہ بالا آیت میں میسـر (قمار) کـو ممنـوع قـرار دینے کی جو عـلـت بیـان کی گئی ہے وہ حتمی ہے اور اگر کوئی اور عـلت ہـوتی تو اسے بھی بیـان کر دیا جاتا ۔ اصول فقہ کی رو سے حکم فقہ عـلت کے ساتھ وجوداً وعدماً گـردش کـرتا ہے مثلاً قـرآن کـریم میں رمضان میں روزہ کے افـطار اور صـلوۃ میں قصـر کے لئے سـفر کو علت بتایا گیا ہے جبکہ اس رعایت کی حکمت مشقت ہے ۔ اب اگـر سـفر پر از راحت ہو اور حکمت کا تقاضا ہـو کہ روزہ افـطار نہ کیا جائے یا صلـوۃ میں قصر نہ کیا جائے تو بھی حکمت کا تقاضا اس رعایت کو ختـم نہیں کر سـکتا ۔ اسی طرح کسی مزعومہ حکمت کے پیش نظر کسی مباح عقد کو ممنوعات کے دائرے میں داخـل نہیں کیا جا سـکتا اور نہ ہی اپنی طرف سے کسی عـلت کا اضافہ کر کے کسی جائز کام کو ناجائز بنایا جا سکتا ہے ۔

اگر اس طـرح کی فقہی پابندیوں سے مباحات کا دائرہ تنگ سے تنگ کیا جاتا رہا تو معاشرہ کا معاشی ، معـاشرتی اور تمدنی ارتقـاء رک جائے گا ۔

رسـول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی مواقع کے لئے فرمایا ہے کہ ـــ

یسروا ولاتعسروا وبشروا ولاتنفرّوا (بخاری ـ کتاب العلم)

(آسانی مہیا کرو ، تنگی پیدا نہ کرو اور بشارت دو ، نفرت نہ دلاؤ)

اور فقہاء نے ایسی ہی صورت حال کے لئے تجویز کیا ہے کہ ـــ

اذا ضاق الامر اتسع (مجلہ احکام عدلیہ : مادہ ـ ۱۸)

(جب معاملہ تنگ ہو جائے تو وسعت مہیا کی جاتی ہے)

الغرض بیمہ میں قمار کا کوئی عنصر شامل نہیں اور اس میں قمار کی کوئی خـلاف شـرع خصوصیت موجود نہیں ـ

دوسرا اعتراض : بیمہ میں غرر پایا جاتا ہے ـ

اعتراض یہ ہے کہ بیمہ میں غرر کا عنصر پایا جاتا ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے (نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع الغرر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ممانعت بیع سے تعـلق رکھتی ہے اور غـرر کی تمام تعاریف مبیع اور ثمن کے گرد گھومتی ہیں ـ لیکن فقہاء نے غرر کا اطلاق بیع سے مماثلت رکھنے والے عقود پر بھی کیا ہے ـ اور بیمہ پر بھی اس کا اطـلاق کیـا جاتا ہے ، حـالانکہ بیمـہ پر اس کا اطـلاق ممکن ہی نہیں ـ

معاہدہ بیمہ میں بیمہ دار اور بیمہ کمپنی دونوں فریقوں کو معاہدہ کے موقع پر مندرجہ ذیل امور کا یقینی طور پر علم ہوتا ہے ـ

۱ ـ قسط کی رقم

۲ ـ زندگی کے بیمہ میں رقم بیمہ

۳ ـ دیگر اقســام بیمہ میں رقم بیمـہ کی آخـری حـد (رقم بیمہ یا تلافی مافات کی مقدار معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اسلئے اس کا عـدم عـلم غرر نہیں کہلایا جـا سکتا)

۴ ـ بیمہ دار کے لئے تحفظ یا امان (اسلئے رقم بیمہ کے وجـود یا حصـول کا عدم علم خارج از بحث ہے)

گویا معاہدہ بیمہ میں جن امـور کا عـلم ہونا ضروری ہے وہ فریقین کے عـلم میں ہوتے ہیں ـ باقی امـور کا عـلم یا عـدم عـلم غیر ضروری ، غیر مطلوب اور معاہدہ بیمہ کی شرائط سے زائد چیز ہے ـ اسلئے ان کا عدم عـلم غرر نہیں کہلایا جـا سـکتا ـ

یہ کہنا کہ بیمہ کسی واقعہ غیریقینی کے ظہور پذیر ہونے پر واجب الادا ہوتا ہے اور یہ غرر ہے ، درست نہیں ۔ بیع میں اصل چیز (Subject of sale) مبیع ہے جو غیریقینی ہو تو غرر واقع ہوتا ہے ، لیکن بیمہ میں اصل چیز (Subject of insurance) قابل بیمہ مفاد ہے (نہ کہ غیریقینی واقعہ) جو ہر صورت میں (خواہ وہ غیریقینی واقعہ ظہور پذیر ہو یا نہ ہو) فریقین کے علم میں ہوتا ہے اور محفوظ رہتا ہے ، اسلئے اس میں کسی قسم کا غرر نہیں پایا جاتا ۔ اگر وہ غیریقینی واقعہ یقینی ہوتا تو بیمہ کا معاہدہ غیرضروری ہوتا اور بیمہ کا کاروبار موجود ہی نہ ہوتا ، بلکہ کہنا چاہیے کہ وہ غیریقینی واقعہ ہی بیمہ کی وجہ بنتا ہے، جبکہ بیع میں مبیع کی لاعلمی یا اس کے بارے میں شک معاہدہ بیع کی وجہ نہیں بنتا بلکہ معاہدہ بیع کے کالعدم ہونے کی وجہ بنتا ہے ۔ لہذا نظریہ غرر کا اطلاق معاہدہ بیع پر تو یقیناً ہوتا ہے لیکن معاہدہ بیمہ پر نہیں ہوتا بیمہ میں غرر کا وجود خواہ مخواہ فرض کیا جاتا ہے اور اس سلسلے میں غرر کی علت اور حکمت فراموش کر دی جاتی ہے ۔ ممانعت غرر کی وجہ یہ ہے کہ تسلیم و تسلم ناممکن یا مشکل ہو جاتا ہے یا تنازع پیدا ہوتا ہے، چنانچہ اگر کسی معاہدے میں غرر کے باوجود تسلیم و تسلم مقررہ و موعودہ اوقات پر ممکن ہو تو غرر کی وجہ (علت و حکمت) موجود نہیں ہوتی اسلئے غرر ناجائز نہیں رہتا ۔ بیمہ میں مبینہ (alleged) غرر بیمہ کے عمل میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا اور فریقین میں کوئی تنازع پیدا نہیں کرتا ۔ جب اس مبینہ غرر سے کوئی ضرر ، رکاوٹ ، دیر اور تنازع پیدا نہیں ہوتا تو خواہ مخواہ اور حکمت غرر کو نظر انداز کر کے بیمہ جیسی مفید چیز (جو حاجت بن چکی ہے) کو ناجائز قرار دینا اور خطرات و حادثات کے ممکنہ نقصانات کے خوف سے امن کو پھر خوف میں بدلنا اور ملکی و بین الاقوامی تجارت کے عمل کو روکنے کا سبب پیدا کرنا کسی طرح بھی شرعاً محمود و مطلوب نہیں ۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ بیمہ میں غرر کا شبہ اسلئے پیدا ہوتا ہے کہ معاہدہ بیمہ کے ایک لازمی رکن یعنی تحفظ یا امان کی فراہمی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے ۔ یہ تحفظ یا امان معاہدہ ہوتے ہی فراہم ہو جاتا ہے لیکن حق تصنیف یا ایجاد اور کاروباری شرکت (Good will) کی طرح اسے بھی علماء نے غیرمادی قرار دے کر معاہدات کی قلمرو سے نکال دیا ۔

بیمه میں اگر غرر ہو بھی تو اسے برداشت کیا جا سکتا ہے ۔ کیونکہ بیمہ معاھدہ معاوضہ نہیں بلکہ معاھدہ تبرع ہے ، جیسے کفالہ (جس سے بیمہ کافی حد تک مشابہت رکھتا ہے) مکفول بہ کی جہالت کے باوجود درست ہوتا ہے مثلاً ایک شخص دوسرے کو یہ کہے ـ

انا کفیل بکل ماتبیعه لفلان (مجله احکام عدلیه : ماده ـ ٦٤٠)

(تم جو کچھ اس کے ھاتھ فروخت کرو گے میں اس کی قیمت کا کفیل ہوں)

بفرض محال بیمہ کو معاھدہ معاوضہ تصور کیا جائے تو بھی اس میں غرر کو برداشت کیا جا سکتا ہے جیسے فقہاء نے بعض معاھدوں میں اسے برداشت کیا ہے مثلاً مضاربت میں (بیمہ کی طرح) نفع یا نقصان میں سے کسی کا یقینی علم نہیں ہوتا ـ یہی صورت مزارعت میں واقع ہوتی ہے جس میں نفع و نقصان کا انحصار قدرتی عوامل و حوادث پر ہوتا ہے جس سے پیداوار کا حصول غیریقینی ہو جاتا ہے ـ لیکن فقہاء نے مضاربت اور مزارعت دونوں کو جائز قرار دیا ـ

بیمہ بیع سلم سے مماثلت رکھتا ہے (بشرطیکہ بیمہ کو معاھدہ معاوضہ تصور کیا جائے) کیونکہ بیمہ میں اقساط بیمہ یا قسط بیمہ تو ادا ہو جاتی ہے ـ رقم بیمہ ملتوی ہوتی ہے ـ بیع سلم میں ثمن ادا ہو جاتا ہے مبیع کا سلم ملتوی ہوتا ہے ـ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتبع مالیس عندک کہنے کے باوجود معاھدہ سلم کو محض حاجت کی بنا پر جائز قرار دیا ـ

الغرض غرر ابتدائی طور پر کسی معاھدے کے بطلان کا باعث نہیں بنتا بلکہ نتیجے کے اعتبار سے ایسا ہوتا ہے ـ چونکہ معاھدہ بیمہ کے نتیجے میں تسلیم و تسلم میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اور محض غرر سے کوئی تنازع پیدا نہیں ہوتا اسلئے معاھدہ بیمہ پر غرر کا اطلاق نہیں ہوتا اور اگر اطلاق ہو تو اسے برداشت کیا جا سکتا ہے ـ

تیسرا اعتراض : بیمہ میں سود کا عنصر پایا جاتا ہے ـ

کہا جاتا ہے کہ معاھدہ بیمہ میں سود کا عنصر پایا جاتا ہے جس کی دو صورتیں ھیں ـ دونوں صورتوں پر الگ الگ گفتگو کی جاتی ہے :ـ

اولاً قسط بیمہ (premium) کے طور پر جو رقم وصول ہوتی ہے اسے سود پر لگایا جاتا ہے اور اس میں سے رقم بیمہ ادا کی جاتی ہے ـ اعتراض کی

یہ صورت درج ذیل وجوہات کی بنا پر درست نہیں ـ

(ا) سود معاہدہ بیمہ کا جزو نہیں ہوتا ـ معاہدہ بیمہ میں کوئی شرط یا اس کا کوئی رکن سود سے متعلق نہیں ہوتا ـ

(ب) معاہدہ کی رو سے بیمہ کمپنی پر اس سلسلے میں کوئی پابندی عائد نہیں کی جاتی کہ وہ کس کاروبار میں رقم لگائے اور کس میں نہ لگائے یا فلاں جگہ سے منافع حاصل کرے یا نہ کرے ـ

(ج) بیمہ دار کو جو رقوم دی جاتی ہیں (ان کا ماخذ کوئی یا کچھ بھی ہو) خود بیمہ دار کے لئے وہ جائز ہیں کیونکہ رقم بیمہ اقساط بیمہ کی رقوم کے منافع میں سے نہیں ملتی (کہ اسے سود کہا جائے) بلکہ تبرع کے طور پر ملتی ہے اسلئے اسے سود نہیں کہا جائے گا ـ لیکن اگر اسے معاوضہ سمجھا جائے تو بھی معاوضہ میں اس طرح کی ادائیگی (اس کے ماخذ سے قطع نظر) جائز ہوتی ہے جیسے کوئی پیشہ ور فاحشہ عورت اپنا مکان بنوائے تو مستریوں اور مزدوروں کو جو معاوضہ دیا جائے گا وہ ان کے لئے جائز ہو گا ـ

(د) اگر بیمہ کمپنی نفع و نقصان کی بنیاد پر روپیہ لگائے تو سود کا عنصر بیمہ کے انتہائی عمل میں واقع نہیں ہو گا ـ

لہذا اعتراض کی اس صورت میں نفس بیمہ اعتراض سے مبرا ہے ـ

ثانیاً (اعتراض کی دوسری صورت میں) بیمہ دار ادا شدہ اقساط سے زائد رقم حاصل کرتا ہے جو سود ہے ـ یہ اعتراض بھی درست نہیں ـ

معاہدہ بیمہ میں قسط یا اقساط بیمہ (premium) کی رقم واپس نہیں ہوتی کیونکہ یہ رقم بیمہ کمپنی کو تعاون و تکافل کے طور پر دی جاتی ہے ـ بیمہ دار کو تو وہ تحفظ یا امان واپس ہوتا ہے جو معاوضہ کے طور پر نہیں بلکہ ایک مشترکہ فنڈ میں سے تعاون و تکافل اور تبرع کے طور پر دیا جاتا ہے ـ یہ تحفظ ان معنوں میں ہے کہ ایک مقررہ مدت کے اندر نقصان یا ضرر واقع ہوا تو اس کی تلافی کی جائے گی یا مقررہ رقم بیمہ ادا کی جائے گی ـ ایسا بھی ممکن ہے کہ تحفظ تو ملا لیکن نقصان واقع نہیں ہوا ـ ایسی صورت میں اقساط کی رقم واپس کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (بیمہ زندگی میں ایسی صورت میں بھی مقررہ رقم ملتی ہے) لیکن اگر نقصان واقع ہوتا تو رقم ملتی ـ یہ رقم تعاون و تکافل اور تبرع کے طور پر ملتی ہے نہ کہ قسط بیمہ کی واپسی کے طور پر ـ بیمہ کمپنی اقساط کی رقوم

واپس کرنے کا کبھی وعدہ نہیں کرتی ۔ اگر یہ رقم اقساط کی رقم سے زائد ہو تو اس وجہ سے ہوتی ہے کہ بیمہ کی تعاونی تنظیم (بیمہ کمپنی) نے عرفاً دیگر تمام بیمہ داروں کی طرف سے نقصان کی تلافی کر دی ۔

بیمہ کو تعاون و تکافل کا عمل نہ سمجھیں تو بھی شرعاً بدلین کا بازاری قیمت کے لحاظ سے مساوی ہونا ضروری نہیں ۔

لہذا معاہدہ بیمہ میں سود کا عنصر شامل نہیں ۔

چوتھا اعتراض : بیمہ ایمان اور توکل کے منافی ہے

بیمہ کے معاہدہ میں اس امر کا وعدہ نہیں کیا جاتا کہ نقصان ، ضرر یا خطرہ واقع نہیں ہو گا ، مثلاً فلاں حادثہ نہیں ہو گا یا فلاں شخص کی موت واقع نہیں ہو گی یا فلاں مکان کو آگ نہیں لگے گی ، بلکہ وعدہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر نقصان واقع ہوا تو اس کی تلافی کی جائے گی یا حادثہ ہوا تو مقررہ رقم دی جائے گی یا موت واقع ہوئی تو مقررہ رقم کی صورت میں مرنے والے کے کسب سے آمدنی کی محرومی کے نقصان کی تلافی کی جائے گی وغیرہ ۔

تقدیر الٰہی پر ایمان مستقبل کی پیش بندی یا منصوبہ بندی کی ممانعت نہیں کرتا ۔ رزق کے لئے سعی اور بیماری میں علاج کے لئے کوشش اور اسباب کی فراہمی کسی طور بھی ایمان اور توکل کے منافی نہیں ۔ بیمہ کا عمل سعی رزق اور تداوی امراض کے قبیل سے ہے ۔

لہذا بیمہ ایمان بالتقدیر اور توکل بالرضا کے منافی نہیں بلکہ ان میں ممد و معاون ہے ۔

پانچواں اعتراض : بیمہ بیع الدین بالدین ہے

بیمہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ معاہدہ بیمہ کے وقت اقساط بیمہ اور رقم بیمہ دونوں ادا نہیں کی جاتیں بلکہ بعد میں ادا کی جاتی ہیں اسلئے بیمہ کی حیثیت بیع الدین بالدین ہے ، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ۔

یہ اعتراض بیمہ کے عمل سے ناواقفیت کی بنا پر کیا جاتا ہے ۔ بیمہ زندگی میں پہلی قسط معاہدہ کے ساتھ ہی ادا ہو جاتی ہے اور بالکل اسی وقت تنظیم بیمہ (بیمہ کمپنی) کی طرف سے تحفظ فراہم ہو جاتا ہے ۔ یہ تحفظ اگلی قسط کی ادائیگی تک چلتا ہے ۔ اگر اگلی قسط کی ادائیگی نہ ہو تو معاہدہ

بیمہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر ادا ہو جائے تو گویا معاہدہ کی تجدید ہو گئی۔ اس طرح کوئی چیز ادھار نہیں ہوتی۔ اجتماعی بیمہ کی بھی یہی صورت ہے۔

بیمہ کی باقی تمام اقسام میں معاہدہ کے وقت ھی قسط ادا کر دی جاتی ہے جو عموماً ایک ھی ہوتی ہے۔ قسط کی ادائیگی کے ساتھ ھی تحفظ فراہم ہو جاتا ہے اور کوئی چیز ادھار نہیں ہوتی۔

لہذا بیمہ پر بیع الدین بالدین کا اعتراض درست نہیں۔

چھٹا اعتراض : معاہدہ بیمہ میں عدم رضا۔

معاہدہ بیمہ کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ معاہدہ بیمہ کمپنی کی پیش کردہ شرائط کے مطابق انجام پاتا ہے اور بیمہ دار کو مجبوراً یہ شرائط تسلیم کرنا پڑتی ہیں۔ اصل صورت یہ ہے کہ تنظیم بیمہ یعنی بیمہ کمپنی ایک عظیم ہیئت اجتماعی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے نظم و نسق اور تعاون و تکافل کا نظام کامیابی اور ہموار طریقے سے چلانے کے لئے کچھ قواعد و ضوابط بنائے جاتے ہیں۔ کسی ایک شخص کے لئے ان قواعد و ضوابط میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی بلکہ انفرادی مفاد کے بجائے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ البتہ کسی شخص کو مجبور نہیں کیا جاتا کہ وہ لازماً بیمہ کی اس تنظیم میں شامل ہو۔ اگر کوئی شخص اپنی آزاد مرضی سے اس تنظیم کے قواعد و ضوابط پر عمل کرنے پر آمادہ ہو کر اس کے فوائد سے مستفید ہونا چاہے تو اسے ان قواعد و ضوابط کے بارے میں عدم رضا کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ ہر شعبہ زندگی میں کچھ امور متعارضہ اور کچھ امور زیر رواج قابل پابندی ہوتے ہیں۔۔ ان کی لازماً پابندی کو عدم رضا نہیں کہا جائے گا۔ یہاں تک کہ جو شخص اسلام لائے اسے شرع اسلام کی تمام پابندیوں پر عمل کرنا ہو گا۔ اس کے باوجود یہ کہنا درست ہے کہ دین میں اکراہ نہیں۔

یہ کہنا بھی درست نہیں کہ معاہدہ بیمہ میں بعض امور کا علم فریقین کو نہیں ہوتا اور یہ عدم علم عدم رضاء پر منتج ہوتا ہے، اسلئے کہ بیمہ میں معاہدہ کے وقت جن امور کے علم کی ضرورت ہوتی ہے وہ فریقین کے علم میں ہوتے ہیں جیسا کہ غرر کی بحث میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

بعض دفعہ حکومت اجتماعی بیمہ کو لازم قرار دے دیتی ہے۔ ایسا اس وقت کیا جاتا ہے جب حکومت اجتماعی مفاد کے لئے ضروری خیال کرے۔ ایسی صورت میں حکومت یا تو بیمہ کا کام خود سنبھال لیتی ہے یا اس کی براہ

راست نگرانی میں یہ کام انجام پاتا ہے ۔ ایسی صورت میں بیمہ کی حیثیت کاروبار کے بجائے مکمل طـور پر رفاهی بنیادوں پر تعاون و تکافل کی ہو جاتی ہے اسلئے اس میں عـدم رضا کا عنصر بیمہ کے جواز یا عدم جواز پر اثر انداز نہیں ہوتا ۔

ساتواں اعتراض : بیمہ حاجت نہیں

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بیمہ آج کل حاجت کی شکل اختیار کر گیا ہے ۔ بیـمہ کرائے بغـیر کوئی مـال نہ تو باہر بھیجـا جـا سکتا ہے ، نہ منگوایا جا سـکتا ہے ۔ ملک کے اندر تمام کارخانے ، اہم عمـارتیں تمام گاڑیاں بسیں ، کاریں ، ٹرک اور تجارتی سـامان بیمہ شـدہ ہوتے ہیں ۔ بےکاری ، بڑھـاپـا ، آگ لگنے کے خدشـات اور حادثات سب کا بیمہ کرایا جا سکتا ہے اور ان خطرات سے واقع ہونے والے نقصـانـات کی حـتی الامـکان تلافی کی صورت نکالی جـا سـکتی ہے یا کم از کم ان نقصـانات کو کم کیـا جا سکتا ہے ۔ اس عـدم تحفظ کے دور میں بیمہ تحفظ کا ایک اہم وسیـلہ ہے ۔ ان تمام امور کے پیش نظر بیمہ کو بدرجہ اتم حـاجت شمـار کیا جا سـکتا ہے ۔ فقہاء نے کتنی ایک معاهدات کو حـاجت کی بنـا پر جـائز قـرار دیا ہے جبکہ وہ عـام فقہی اصولوں کے تحت ناجائز ہوتے ۔ ان میں بیع استصنـاع اور بیع بالوفـاء قابل ذکر ہیں ۔ فقہاء نے ایسا اسلئے کیا ہے کہ ان کے سـامنے رسـول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال موجود تھی کہ انہوں نے لاتبـع مالیس عندک کا اصول مقرر فـرمـانے کے باوجود بیع سـلم کو محض حاجت کی بنا پر جائز قرار دیا ۔ فقہاء نے حاجت کو بمنزلہ ضرورت تصور کیا ہے ۔

الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة او خاصة (مجلہ احکام عدلیہ : مادہ ۔ ۳۲)

(حاجت ضرورت کی حیثیت اختیار کر جـاتی ہے ، خواہ عـام ہو یا خاص)

جب حاجت ضرورت کی حیثیت اختیار کر جائے تو وہ محظورات کو مباح کر دیتی ہے ۔

الضرورات تبیح المحظورات (مجلہ احکام عـدلیہ : مادہ ۔ ۲۱)

(ضرورتیں ممنوع امور کو مباح کر دیتی ہیں)

لہذا بیمہ میں کچھ ممـنوع اجزاء ہونے کے باوجود اسے حاجت و ضرورت

کی بنا پر جائز قرار دیا جا سکتا ھے ۔

آٹھواں اعتراض : قواعد میراث کی خلاف ورزی

بیمہ پر ایک اعتراض یہ ھے کہ معاھدہ بیمہ انجام پانے کے بعد بیمہ دار فوت ھو جائے تو بیمہ کی رقم اس کے نامزد شخص کو دے دی جاتی ھے ، جس سے اسلام کے قواعد میراث کی خلاف ورزی ھوتی ھے ۔

یہ اعتراض بیمہ کی نوعیت کو سمجھنے میں غلطی لگنے سے پیدا ھوا ھے ۔ حقیقتاً بیمہ پر قواعد میراث کا اطلاق نہیں ھوتا ۔ زندگی کے بیمہ کی جملہ اقسام میں جو رقم بیمہ بیمہ دار یا اس کے نامزد شخص کو دی جاتی ھے وہ اس کی حقیقتاً و قانوناً " ملکیت " شمار نہیں ھوتی ، اسلئے اس میں وراثت کا عمل واقع نہیں ھو گا ۔ یہ تعاون و تکافل اور تبرع کے طور پر دی ھوئی رقم ھے اور بیمہ دار اپنے بعد جس شخص کو تعاون و تکافل کا مستحق سمجھتا ھے اس کو نامزد کر دیتا ھے اور بیمہ کمپنی بیمہ دار کی موت کے بعد اسے وہ رقم ادا کر دیتی ھے ۔

زندگی کے بیمہ کے علاوہ دیگر اقسام بیمہ (جو عموماً اشیاء کے بیمہ پر مشتمل ھوتی ھیں) میں رقم بیمہ بیمہ دار کی موت پر واجب الادا نہیں ھوتی بلکہ نقصان کے وقوع پر واجب الاداء ھوتی ھے ۔ نقصان کے وقوع پر اس شے (جس پر نقصان واقع ھوا) کا جو مالک ھو گا وھی تلافی ء نقصان کا حق دار ھو گا ۔ اگر بیمہ دار فوت ھو جائے تو اس شے (بیمہ شدہ) کی ملکیت اس کے شرعی وارثوں کے نام منتقل ھو جاتی ھے ، اسلئے وھی رقم بیمہ کے حق دار ھوں گے ۔

اس صورت حال میں بیمہ کے معاملات میں اسلام کے قواعد میراث کی خلاف ورزی نہیں ھوتی ۔

نواں اعتراض : بیمہ ذریعہ ء اکل حرام ھے

بیمہ کو دو وجوہ کی بنا پر اکل حرام کا ذریعہ شمار کیا جاتا ھے ۔ اولاً اس وجہ سے کہ معاھدہ بیمہ ایک باطل معاھدہ ھے اسلئے باطل معاھدہ کے نتیجے میں وصول ھونے والی رقم اکل حرام ھے ۔ ثانیاً بیمہ کمپنی تکمیل معاھدہ سے پہلے معاھدہ بیمہ منقطع ھونے پر ادا شدہ رقوم ضبط کر لیتی ھے اور وہ بیمہ دار کو واپس نہیں ملتیں ۔ یہ امر اکل حرام تصور کیا جاتا ھے ۔

مندرجہ بالا مباحث سے یہ واضح طور پر ثابت ھو چکا ھے کہ معاھدہ بیمہ

ایک مباح معاھدہ ھے اور اس میں کوئی امر ایسا نہیں جس کی وجہ سے اسے باطل ، فاسد ، ممنوع یا ناجائز کہا جا سکے ، اسلئے اس کے لئے جو رقوم حاصل کی جاتی ھیں وہ اکل حرام نہیں ۔

معاھدہ بیمہ کے وجود میں آتے ھی بیمہ دار کو تحفظ فراھم ھو جاتی ھے ، اسلئے یہ کہنا درست نہیں کہ اگر رقوم بیمہ نہ ملے تو گویا بیمہ دار کو کچھ نہیں ملا ۔ علاوہ ازیں اقساط بیمہ اور رقم بیمہ دونوں بطور تعاون و تکافل ادا کی جاتی ھیں اسلئے ان کے بدل یا معاوضہ کا سوال ھی پیدا نہیں ھوتا ۔ تبرع کے طور پر ملنے والی رقم وصول کر کے واپس نہ کرنا اکل حرام نہیں ۔

اندریں حالات معاھدہ بیمہ میں اکل حرام کی کوئی صورت موجود نہیں ۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض دفعہ یہ کہا جاتا ھے کہ بیمہ کے عمل میں بیمہ کمپنی اور بیمہ داروں میں ایک دوسرے سے تعاون ، تکافل اور تبرع کی نیت نہیں ھوتی ۔ ایسا کہنا عملی پہلو کو نظر انداز کرنا ھے ، اولاً معاملات و افعال میں نیت کے بجائے ظاھری اقوال واعمال زیادہ اھمیت رکھتے ھیں ثانیاً نظام بیمہ کا عمل نظریاتی اور بنیادی طور پر تعاون وتکافل اور تبرع پر مبنی ھے ۔ قانونی اور فنی شکل اختیار کرنے سے اس کا نظریاتی پہلو اوجھل ھو گیا ھے اور عملی پہلو زیادہ اجاگر ھو گیا ھے ۔

عملی پہلو کو ترجیح دینے کی مثال پہلے موجود ھے ۔ عصر حاضر کے بعض جید علماء نے پراویڈنٹ فنڈ پر حکومت کی طرف سے دیئے گئے سود کو اس بنا پر جائز قرار دیا ھے کہ عملاً ، اس فنڈ میں دی گئی رقم ملازمین کو دی ھی نہیں جاتی اسلئے تنخواہ کا حصہ شمار نہیں ھو سکتی۔ جب یہ رقم معہ سود ملازم کو اس کی ملازمت کے اختتام پر دی جاتی ھے تو اسے حکومت کی طرف سے تبرع شمار کیا جائے گا ۔ حالانکہ ملازم اور حکومت دونوں کی نیت تبرع کی نہیں ھوتی بلکہ تنخواہ کا ایک حصہ روکنے اور اس پر سود دینے کی نیت ھوتی ھے ۔ ان علماء نے اس مثال میں نیت کو مکمل طور پر نظر انداز کر کے عملی پہلو کو اختیار کیا ھے اور ان کا یہ طرز عمل بالکل درست ھے ۔ یہی صورت بیمہ میں بھی ھے یعنی بیمہ میں نیت کو نظر انداز کر کے تعاون وتکافلی عمل کو پیش نظر رکھا جائے ۔

* * *